سمن جاری کرنے کے شرعی احکام

علامہ صدر شہید

پروانہ طلبی

صرف دعوی کی بنیاد پر سمن جاری کرنے کا جواز

احمد بن عمر فرماتے ہیں:

امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک شخص نے کسی پر دعوی دائر کیا اور وہ سمن جاری کرانا چاہتا ہے اور مدعا علیہ بھی اسی شہر میں موجود ہے تو قاضی یہ نہ جانتے ہوئے بھی کہ مدعی اپنے دعوی میں سچا ہے یا جھوٹا، مدعا علیہ کو سمن جاری کر دے، وہ مدعی کے ساتھ ایک آدمی کو روانہ کرے جو مدعا علیہ کو عدالت میں حاضر کرے۔ مگر یہ حکم استحسان پر مبنی ہے، جہاں تک قیاس (اصول عامہ) کا تعلق ہے تو صرف دعوی کی بنیاد پر قاضی مدعا علیہ کو سمن جاری نہ کرے۔

قیاس کی وجہ یہ ہے کہ دعوی ایک ایسی خبر ہے جس میں صدق و کذب کا احتمال ہے اس لئے یہ حجت نہیں اور اس سے مدعا علیہ کو سمن جاری کرنا عائد نہیں ہوتا۔ استحسان کی وجہ یہ ہے کہ مشہور احادیث اور آثار کے مقابلہ میں قیاس کو ترک کرنا جائز ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین کے بارے میں ایسے آثار ملتے ہیں جن کی رو سے ان حضرات نے بغیر کسی تردد کے مدعا علیہ کو سمن جاری کرنے کی کارروائی کی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا تجتمع امتی علی الضلالۃ [1] (میری امت گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتی)۔

متن میں یہ قول کہ "مدعی مدعا علیہ کو سمن جاری کرانا چاہتا ہے جب کہ مدعا علیہ اس شہر میں ہے جہاں مدعی ہے" تو اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ اگر مدعا علیہ اس شہر سے کہیں باہر رہتا ہو

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

تو پھر مدعی صرف دعوی کی بنیاد پر اس کے نام سمن جاری کرانے کی کارروائی نہیں کرا سکتا۔ اس بارے میں علماء کہتے ہیں کہ اگر مدعا علیہ شہر سے کہیں دور رہتا ہے تو اس کے خلاف صرف دعوی کی بنیاد پر سمن جاری کرنے کی کارروائی نہیں ہو گی' البتہ اگر شہر کے قریب رہتا ہے تو اس کے خلاف اس شخص کی طرح کارروائی ہو گی جو شہر میں مقیم ہو۔

قریب اور بعید کے درمیان یہ فرق ہے کہ اگر مدعا علیہ صبح سویرے اپنے گھر سے چلے تو وہ عدالت میں حاضر ہو کر جواب دعوی پیش کر سکے اور رات اپنے گھر میں جاگزارے' تو یہ قریب ہے۔ اور اگر اسے راستہ میں رات گزارنا پڑے تو یہ بعید ہے۔ مصنف نے قریب اور بعید کی یہی تعریف اس باب کے آخر میں اسی طرح بیان کی ہے۔ اس کی نظیر جیسا کہ ہم نے شرح جامع صغیر میں بیان کیا ہے یہ ہے کہ جب زوجین کے درمیان تفریق ہو چکی اور ان کا ایک بچہ ہو' اور عورت اس گاؤں کو چھوڑ کر (جہاں اس کا عقد ہوا تھا) اپنے اس بچے کے ساتھ کسی دوسرے گاؤں میں منتقل ہونا چاہتی ہو تو مرد اگر وہاں اپنے اس بچہ کی دیکھ بھال کے لئے جاتا ہے اور رات واپس گھر آ کر گزارتا ہے تو عورت کے لئے ایسا کرنا جائز ہے اور اگر وہ رات کو گھر نہیں پہنچ سکتا تو پھر اس کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح ہم نے شرح المختصر کی کتاب الصلوۃ میں یہ بیان کیا ہے کہ امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ نے کتاب ادب القاضی (۲) (بروایت بشر بن الولید (۳) میں بیان کیا ہے کہ جمعہ ان دیہاتیوں پر واجب ہے جو صبح کو جمعہ ادا کرنے جائیں تو شام کو اپنے گھر میں (رات آنے سے پیشتر) واپس آ جائیں۔ یہ ان حضرات کا قول ہے جو اس مسئلہ میں قیاس پر عمل کرتے ہیں' جو حضرات استحسان پر عمل کرتے ہیں ان کے قول کے مطابق مسافت دور ہونے کی صورت میں اگر مدعی سمن جاری کرنے کا تقاضا کرتا ہے تو قاضی کس قسم کی کارروائی کرے؟ اس بارے میں مشائخ کا اختلاف ہے۔

بعض کہتے ہیں قاضی مدعی کو اپنے دعوی کی موافقت میں ثبوت پیش کرنے کے لئے کہے' مگر اس کا یہ ثبوت فیصلہ کرنے کی خاطر نہیں ہو گا بلکہ مدعا علیہ کو عدالت میں حاضر کرنے کے لئے ہو گا' جیسے مکتوب قاضی بنام قاضی دیگر کی صورت میں ہوتا ہے کہ مدعی قاضی کے پاس اس لئے ثبوت پیش کرتا ہے کہ قاضی اس کے لئے دوسرے قاضی کو خط لکھے' اسی طرح یہاں بھی یہی صورت ہے۔ اس معاملے میں مستور گواہ بھی کافی ہے' (مزید ہم اس باب کے آخر میں بیان کریں گے)۔

مدعی جب اپنا ثبوت پیش کر دے تو قاضی ایک آدمی کو اس کے فریق مخالف کو (عدالت میں) حاضر کرنے کی ہدایت کرے۔ مدعا علیہ عدالت میں آجائے تو قاضی مدعی کو دوبارہ ثبوت پیش کرنے کے لئے کہے' مدعی دوبارہ ثبوت پیش کر دے اور گواہوں کی عدالت بھی واضح ہو چکی ہو تو قاضی اس کے مطابق فیصلہ کر دے۔

بعض کہتے ہیں کہ قاضی مدعی سے قسم لے' اگر وہ قسم کھانے سے انکار کر دے تو قاضی اس کو عدالت سے نکال دے' اگر قسم کھا لے تو قاضی ایک شخص کو اس کے فریق مخالف کو (عدالت میں) حاضر کرنے کا حکم دے۔ بعض کہتے کہ قاضی مدعی کا حال معلوم کرے اور اس سے دریافت کرے کہ کیا تمہارا اس (مدعا علیہ) کے ساتھ کوئی تعلق یا لین دین' یا شرکت یا باہمی مضاربت یا باہمی خرید و فروخت (کا کوئی معاملہ) ہے؟ اگر مدعی اس بارے میں وضاحت کر دے تو پھر قاضی کسی آدمی کو اس کے فریق مخالف کو حاضر کرنے کی ہدایت کرے' بصورت دیگر قاضی ایسا نہ کرے۔ مگر پہلی صورت صحیح ہے جس پر اکثر قاضی حضرات عمل کرتے ہیں۔

محمد بن عبدالرحمن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

استعدیت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ و اخذت بتلابیبہ فاعدانی'

(میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے (اپنے فریق مخالف کو حاضر کرنے کے معاملے میں) مدد طلب کی اور ان کا گریبان پکڑ لیا تو انہوں نے میری مدد فرمائی)۔

اس سے معلوم ہوا کہ صرف دعوی کی بنیاد پر کارروائی کرنا جائز ہے اہل عرب کے ہاں یہ دستور تھا کہ وہ گریبان پکڑنے کو عار نہیں سمجھتے تھے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا تھا اور دوسرے لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ ایسا کیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ حدیث روایت کی گئی ہے:

ان رجلا من اراش قدم مکة بابل فباعھا من ابی جھل بن ھشام فمطلہ' فقام فی المسجد فقال: یا معشر قریش: انی رجل غریب ابن سبیل وانی بعت ابلا من ابی

جهل فمطلني وظلمني، فمن رجل يعديني عليه ويأخذ لي بحقي؟ و رسول الله صلى الله عليه وسلم جالس في المسجد قال فقالو: ذلك الرجل يعديك عليه، قال فانطلق اليه فذكر له ذلك فقام معه وبعثت قريش في اثرهما رجلا، وانما فعلوا ذلك استهزاء، لما قد علموا مابين رسول الله صلى الله عليه وسلم وبين ابي جهل من العداوة، فاتى الباب فضربه فقيل: من هذا؟ فقال محمد، قال فخرج ابو جهل وما في وجهه رائحة من الذعراى من الخوف، فقال: اعط هذا حقه فقال نعم، فدخل فاخرج حقه واعطاه اياه، فجاء الرسول فاخبرهم وجاء الرجل فوقف عليهم فقال: جزاه الله خيرا فقد اخذ لي بحقي، فلم يتفرقوا الى ان جاء ابو جهل فقالوا ويلك ما صنعت؟ فقال والله ماهو الا ان ضرب على الباب فقلت: من فقال: محمد، فذهب فوادي فخرجت وان معه لفحلا ما رايت مثل هامته وانيابه لفحل قط، ان كان لياكلني لو امتنعت فو الله ما ملكت نفسي ان اعطيت حقه (۴)

(اراش کا ایک آدمی مکہ مکرمہ میں اپنا اونٹ لے کر آیا اور ابوجہل بن ہشام کے ہاتھ فروخت کر دیا، ابوجہل نے اس کی قیمت ادا کرنے میں ٹال مٹول کی، اس شخص نے مسجد میں کھڑے ہو کر کہا: اے قریش کے لوگو: میں ایک مسافر ہوں اور اپنا اونٹ ابوجہل کے ہاتھ فروخت کیا ہے لیکن وہ قیمت ادا کرنے میں ٹال مٹول کر رہا ہے، اس نے میرے ساتھ ناانصافی کی ہے، اس بارے میں کون میری مدد کرے گا اور مجھے میرا حق دلائے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسجد میں تشریف فرما تھے۔ قریش کے لوگوں نے کہا: یہی شخص تمہاری مدد کرے گا۔ چنانچہ اس شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ماجرا بیان کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے ساتھ چل پڑے۔ قریش نے ان کے پیچھے ایک آدمی بھیج دیا، انہوں نے استہزاء کے طور پر ایسا کیا تھا، اس لئے کہ انہیں معلوم تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوجہل کے درمیان عداوت ہے، آپ نے ابوجہل کے دروازہ پر جا کر دستک دی تو اندر سے جواب آیا: کون؟ آپ نے جواب دیا: محمد، ابوجہل باہر آیا اس کے چہرے پر خوف طاری تھا، آپ نے فرمایا: اس کا حق دے دو، ابوجہل نے کہا: اچھا میں ابھی دیتا ہوں۔ ابوجہل گھر جا کر اس شخص کا حق لایا اور اسے

دے دیا۔ رسول اللہ نے واپس آ کر ان لوگوں کو اطلاع دی کہ میں نے اس شخص کو حق دلا دیا ہے۔ بعد میں وہ شخص بھی آگیا اور اس نے لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر کہا: اللہ تعالیٰ انہیں (رسول اللہ) جزائے خیر دے' انہوں نے مجھے میرا حق دلا دیا ہے۔ قریش ابھی منتشر نہیں ہوئے تھے کہ وہاں ابوجہل آگیا' قریش نے کہا: افسوس تم نے یہ کیا کیا؟ ابوجہل نے کہا: بخدا اس شخص (رسول اللہ) نے میرے دروازے پر دستک دی' تو میں نے پوچھا: کون؟ اس نے جواب دیا: محمدؐ' تو میرا دل اڑ گیا' میں نے باہر نکل کر دیکھا کہ ان کے ساتھ ایک سانڈ ہے۔ میں نے پیشتر ازیں کبھی ایسا سانڈ نہیں دیکھا تھا جس کا اس طرح کا سر اور دانت ہوں۔ میں اگر اس شخص کو حق دینے سے باز رہتا تو وہ جانور مجھے ہڑپ کر لیتا' بخدا میں اس کا حق ادا کئے بغیر نہ رہ سکا)۔

مصنف (متن) یہ حدیث اس لئے لائے ہیں جس سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ صرف دعویٰ کرنے کی بنیاد پر مدعی کی مدد کے لئے کارروائی کرنا جائز ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف دعویٰ کی بنیاد پر بذات خود یہ کارروائی کی' مگر اس دور میں قاضی بذات خود یہ کارروائی انجام نہیں دے سکتا' اس کی دو وجوہ ہیں: اولاً لوگوں کے مقدمات کی بھرمار ہوتی ہے' ثانیاً قاضی کا رعب اس کی مجلس قضاء اور اس کے اعیان و مددگاروں کی وجہ سے ہوتا ہے۔ وہ اگر اپنے ان لوازمات کے ساتھ کارروائی کرنے کے لئے چلا جائے تو اس میں تکلیف ہوگی' اور اگر بذات خود یہ کارروائی انجام دے تو اس سے اسے خفت محسوس ہوگی' اس لئے اس سے مقصد حاصل نہیں ہوتا۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (م ۲۳ھ) کے بارے میں بیان کیا گیا ہے:

انہ خطب الناس فقال: انہ بلغنی ان فی بیت فلان و فلان شراباً' لرجل من قریش و رجل من ثقیف' فسمی الثقفی مرشداً' وانی آتی بیوتھما فان کان حقا احرقتھما' فسمع القرشی بذلک فحذر' واخرج ما فی بیتہ ولم یفعل الثقفی' قال: فاتی بیت القرشی فلم یجد فیہ شیئاً' واتی بیت الثقفی فوجد فیہ الخمر' فاحرق البیت وقال: ما انت بمرشد (۵)

(انہوں نے لوگوں کو خطاب کیا اور فرمایا مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ فلاں فلاں کے گھر میں شراب پڑی ہوئی ہے ایک آدمی قبیلہ قریش کا ہے اور دوسرے کا تعلق قبیلہ ثقیف سے (آپ نے ثقفی کو مرشد کہہ کر پکارا)' میں ان دونوں کے گھروں میں آوں گا اور دیکھوں گا کہ اگر یہ صحیح ہے تو دونوں کے گھروں کو جلا دوں گا۔ قریشی یہ سن کر چوکنا ہوگیا اور جو کچھ اس کے گھر میں تھا اس نے باہر پھینک دیا مگر ثقفی نے ایسا نہ کیا۔ حضرت عمر جب قریشی کے گھر میں آئے تو وہاں انہوں نے کوئی چیز موجود نہ پائی اور جب ثقفی کے گھر آئے تو وہاں انہوں نے شراب کو موجود پایا۔ اس لئے اس کے گھر کو جلا دیا اور فرمایا: تم مرشد نہیں ہو)۔

اس واقعہ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ کارروائی کرنا جائز ہے' کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے کارروائی کی' آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور وعظ و نصیحت کی' قریشی نے آپ کی نصیحت پر عمل کیا لیکن ثقفی نے نصیحت پر عمل نہ کیا' جس کی وجہ سے آپ نے اس کا گھر جلا دیا۔

ہمارے آئمہ کرام سے گھر جلا دینے کے بارے میں تو کوئی روایت نہیں ہے البتہ ان سے گھر کو منہدم کر دینے اور شراب کے برتنوں کو توڑ دینے کی روایت بیان ہوئی ہے۔ شراب کے برتنوں کو جہاں تک توڑ دینے کا تعلق ہے تو امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے السیر الکبیر(٦) میں بیان کیا ہے کہ کسی نے ایک شخص کے شراب کا برتن توڑ دیا تو اگر اس نے حاکم وقت کے حکم سے توڑا ہے تو اس پر تاوان نہیں اور اگر حاکم وقت کے حکم کے بغیر توڑا ہے تو اس پر تاوان ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ (م ٣٢ھ) کے بارے میں یہ بیان کیا گیا ہے:

انہ بلغہ ان امراۃ مغیبۃ یتحدث عندھا فارسل الیھا لیوتی بھا' وکانت حاملا' فذعرھا ذلک' واخذ الطلق فی الطریق فاسقطت' فبلغ ذلک عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ' فاستشار جلساء ہ فی السقط' فقالوا: انت الوالی' ارسلت فی حق' وانت مودب' فلانری علیک شیئا' وعلی رضی اللہ عنہ ساکت' فقال عمر: قل' فقال: اراک ضامنا' فقال عمر: عزمت علیک الاتجلس حتی تقضی ذلک علی

قومک۔

(انہیں یہ معلوم ہوا کہ ایک عورت (جس کا خاوند کہیں باہر گیا ہوا تھا) کے پاس کچھ آدمی آکر بات چیت کرتے رہتے ہیں' آپ نے اس عورت کو اپنے پاس بلوانے کے لئے پیغام بھجوایا' وہ حاملہ تھی اس (بلاوے) سے اس پر ہیبت طاری ہوئی' راستے میں اسے درد زہ ہو گیا جس کی وجہ سے اس کا حمل ساقط ہو گیا' جب انہیں اس کا علم ہوا تو اس حمل کے ساقط ہونے کے بارے میں اپنے ہم نشینوں سے مشورہ لیا' تو انہوں نے کہا کہ آپ ایک حاکم ہیں اور مودب بھی' آپ کا یہ بلاوا حق پر مبنی تھا۔ ہماری رائے میں آپ کے ذمہ کوئی چیز لازم نہیں' حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ خاموشی سے سنتے رہے۔ حضرت عمر نے ان سے فرمایا: آپ بھی اپنی رائے دیں' حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا کہ میری رائے کے مطابق آپ پر تاوان آئے گا' حضرت عمر نے حضرت علی سے فرمایا: میں آپ پر لازم کرتا ہوں کہ آپ اس وقت تک نہ بیٹھیں جب تک یہ فیصلہ اپنی قوم کو نہ سنا دیں)

"امراۃ مغیبۃ" کا مطلب ہے کہ ایسی عورت جس کا خاوند کہیں باہر ہو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے زمانہ میں شوہر جہاد کی خاطر باہر رہتے تھے۔ "یتحدث عندھا" سے یہ مراد نہیں کہ عورتیں اس عورت کے پاس آکر بات چیت کرتی تھیں بلکہ اس سے مراد ہے کہ مرد اس کے پاس آکر بات چیت کیا کرتے تھے۔ "اسقطت سقطا" یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے خوف و ہیبت کی وجہ سے اس عورت کا حمل ساقط ہو گیا تھا۔ "شاور القوم و علی رضی اللہ عنہ ساکت" حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کا یہی وطیرہ تھا کہ جب تک آپ سے کوئی سوال نہ پوچھا جاتا آپ نہیں بولتے تھے۔ ایک عالم دین کے لئے بھی یہی مناسب ہے کہ وہ خاموش رہے۔ اس سے کوئی سوال کیا جائے تو پھر جواب دے۔ سوال نہ کیا جائے تو پھر خاموشی بہتر ہے۔ "لماسالہ فقال اراک ضامنا" اس لئے کہ کارروائی کرنا مباح تو ہے لیکن اس کارروائی کے لئے سلامتی شرط ہے' جیسے تیر اندازی میں شرط ہے۔ "لاتجلس حتی تقضی ذلک علی قومک" یعنی آپ اپنی قوم کے پاس تشریف لے جائیں' اس لئے کہ یہ واقعہ قتل خطاء کی وجہ سے ہوا ہے اور قتل خطاء کی دیت عاقلہ (قاتل کی برادری) کے ذمہ ہوتی ہے' حضرت عمر کا عاقلہ

☆ توہین آمیز خاکوں کی اشاعت قابل مذمت ہے ☆

خاندان قریش تھا، قتل جنین میں غرہ عاقلہ پر لازم ہوتی ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ سمن جاری کرنا جائز ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ (م ۲۳ھ) کے بارے میں یہ مروی ہے:

انہ لما قدم الشام اتاہ رجل فذکر عن امراۃ فجوراً قال: فارسل عمر رضی اللہ عنہ الیھا ابا واقد اللیثی [8] فقال: اخبرھا انھا لا تواخذ بقول زوجھا، فاتاھا ابو واقد واخبرھا بذلک فاعترفت، فامربھا عمر رضی اللہ عنہ فحدت [9]

(وہ جب شام تشریف لائے تو ایک شخص نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی بیوی کے بارے میں یہ بیان کیا کہ وہ ایک بدکار عورت ہے۔ آپ نے ابو واقد اللیثی (م ۶۸ھ) کو اس عورت کے پاس بھیجتے ہوئے کہا: اس عورت کو یہ بتلا دو کہ (صرف) تمہارے خاوند کے بیان کی وجہ سے تمہارا مواخذہ نہیں ہو گا۔ ابو واقد اس عورت کے پاس گئے اور اسے اس بات سے مطلع کیا، چونکہ اس عورت نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس (عورت) پر حد نافذ کرنے کا حکم دے دیا، چنانچہ اس (عورت) پر حد جاری کی گئی)۔

بظاہر یہ روایت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ (م ۲۰۴ھ) کے لئے حجت ہے، اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے عورت کے ایک مرتبہ اقرار کرنے کی وجہ سے حد جاری کرنے کا حکم دیا تھا۔

ہمارے نزدیک اس روایت میں اس امر کا ذکر ہے کہ عورت نے اعتراف کیا اور اس سے مراد وہ اعتراف ہے جو حد کا موجب بنتا ہے اور اس کا یہ اعتراف چار مجالس میں چار مرتبہ ہوا تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ محض خبر کی بنیاد پر سمن جاری کرنا جائز ہے۔ مصنف (متن) فرماتے ہیں کہ جس واقعہ کے بارے میں لعان کا حکم قرآن مجید میں نازل ہوا تھا وہ بھی اسی طرح کا تھا۔

مصنف (متن) نے یہاں وہ حدیث بیان کی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک

نص نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر شخص کو بیٹھا ہوا دیکھا۔۔۔ (۱۰)

مصنف (متن) نے یہاں ابوالنواحہ والی حدیث بیان کی ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ محض خبر کی بناء پر سمن جاری کرنا جائز ہے۔

عا علیہ کو (عدالت میں) طلب کرنے کی علامات:

مصنف (متن) بیان کرتے ہیں کہ قاضی سعید بن اشوع (۱۱) کی انگوٹھی پر یہ لکھا ہوا : "قاضی سعید بن اشوع کو جواب دیجئے۔" (۱۲) اس لئے یہ رواج چل پڑا ہے کہ مدعا علیہ کو طلب رنے کی خاطر بعض قاضی مدعا علیہ کے پاس اپنی انگوٹھی بھیجتے ہیں' بعض مٹی کا برتن (۱۳) اور ض کاغذ کا ایک ٹکڑا۔

مصنف (متن) نے شہر کے لئے ایک چیز اور بیرون شہر کے لئے دوسری چیز بھیجنے کو پسند ا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات فریق مخالف شہر سے دور رہتا ہے اور مدعی سفر خرچ ں پر ڈالنا چاہتا ہے۔ مدعی چاہتا ہے کہ مدعا علیہ خود ہی سفر کے اخراجات برداشت کرے اور وہ پنے اوپر کوئی چیز لازم نہیں کرتا' اس لئے ہم کہتے ہیں کہ قاضی مدعی کو اپنی طرف سے کوئی مت دے دے جس کو وہ مدعا علیہ کے پاس لے جاکر اسے دکھائے اور اس پر کسی کو گواہ ئے۔ اگر مدعا علیہ قاضی کی عدالت میں حاضر ہو کر جواب دے دے تو فبہا' ورنہ قاضی اس کے ں ایسے آدمی کو بھیجے جو مدعا علیہ کو حاضر کرے۔ اس آدمی کا سفر خرچ مدعا علیہ کے ذمہ ہوگا' ا کہ ہم اس کی تفصیل بعد میں بیان کریں گے۔

یا عورت کو سمن کا اجراء

کوئی شخص کسی مرد یا عورت کے خلاف سمن بھجوانا چاہے تو قاضی مدعا علیہ کے پاس ں بھیجے اور دونوں کو عدالت میں حاضر ہونے کا حکم دے' تاکہ دونوں (مدعی اور مدعا علیہ) لت میں اکٹھے ہوں۔ اس کے بعد قاضی مدعا علیہ سے مدعی کے دعوی کے بارے میں دریافت ے۔ کیوں کہ اس کے بغیر حقدار کو حق دلوانا ممکن نہیں۔ اس معاملے میں مرد اور عورت

دونوں برابر ہیں کیوں کہ ان کو ایک ہی غرض کے لئے اکٹھا کرنا مقصود ہے۔

سمن جاری کرنے سے مانع عذر

مصنف (متن) فرماتے ہیں کہ ہر شخص کو سمن جاری کئے جا سکتے ہیں البتہ جو شخص مریض ہو یا پردہ نشین عورت جو ضرورت کے سوا باہر نکلنے والی نہ ہو' ان کے نام سمن جاری نہیں کئے جائیں گے۔ مریض کا جہاں تک تعلق ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ معذور ہے' فرمان الٰہی ہے: ولا علی المریض حرج [۱۴] (اور نہ مریض پر کچھ گناہ ہے)۔ پردہ نشین عورت کو اس لئے سمن جاری نہیں ہوں گے کہ اسے عدالت میں حاضر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں' اس لئے کہ اس کی حیا اس کو عدالت میں بولنے سے رکاوٹ کا سبب ہو گی جس سے وہ اپنا حق کھو بیٹھے گی۔

قاضی کے نائب اور امین (معتمد) کا معذور لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ

اس بارے میں قاضی اپنا نائب مقرر کرنے کا مجاز ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو وہ اپنے نائب کو اس عورت یا مریض کے پاس بھیجے جو وہیں اس کے مقدمہ کا فیصلہ کرے۔ اس لئے کہ نائب قاضی کی مجلس قضا کی حیثیت بھی وہی ہے جو قاضی کی مجلس قضا کی ہے۔

اگر قاضی اپنا نائب مقرر کرنے کا مجاز نہیں تو وہ اپنا نائب مقرر نہ کرے' بلکہ اس عورت یا مریض کے پاس اپنا ایک امین (معتمد یا سیکریٹری) بھیجے اور اس کے ساتھ اپنے دو باعتماد آدمیوں کو بھی بھیجے جو اس عورت یا مریض کو پہچانتے ہوں یہ دو باعتماد آدمی عورت یا مریض کے بیان کو (خواہ وہ اقرار ہو یا انکار) قاضی تک پہنچائیں اور اس پر وہ اپنی گواہی دیں' ان کے لئے یہ گواہی اس وقت ممکن ہوگی جب کہ وہ اس عورت یا مریض کو پہچانتے ہوں۔

جب امین (معتمد یا سیکریٹری) ان دو گواہوں کو لے کر اس عورت یا مرد کے پاس آ جائے' تو اگر وہ مدعی کے دعوی کا اقرار کر لے تو امین ان دو باعتماد آدمیوں کو اس پر گواہ بنا لے۔ امین اس عورت یا مریض سے کہے: آپ اپنی طرف سے ایک وکیل بنا لیں جو آپ کے فریق مخالف کے ساتھ عدالت میں حاضر ہو۔ اس کے بعد وہ دونوں گواہ قاضی کے ہاں پیش ہو کر اس مریض یا

عورت کے اقرار کی (ان کے وکیل کی موجودگی میں) شہادت دیں' اگر مریض یا عورت مدعی کے دعوی کا انکار کر دے تو امین اسے یہ ہدایت کرے کہ وہ اپنا ایک وکیل بنالے جو فریق مخالف کے ساتھ عدالت میں حاضر ہو تاکہ اس کے خلاف ثبوت پیش کیا جا سکے' اور دونوں گواہ جو امین کے ساتھ مدعا علیہ کے پاس گئے تھے فریق مخالف کے انکار کو قاضی تک پہنچادیں' جس طرح اقرار کی صورت میں وہ مدعا علیہ کے اقرار کو قاضی تک پہنچاتے ہیں۔

حلف لینے کے لئے قاضی کے نائب کا تقرر

اگر عورت یا مریض سے حلف لینا مقصود ہو تو امین (معتمد یا سیکریٹری) اس سے حلف لے' جب قاضی امین کو اس کے پاس بھیجے تو اس کو حلف لینے کی کیفیت سمجھا دے' اس لئے کہ اس سلسلے میں قاضیوں کے درمیان اختلاف ہے۔ ہر قاضی کا حلف میں تغلیظ کا طریقہ الگ الگ ہے۔ ہو سکتا ہے امین کو قاضی کا اختیار کردہ طریقہ تغلیظ معلوم نہ ہو اس لئے قاضی اسے بتلا دے' تاکہ اس کے مطابق امین حلف لے سکے۔

کیا قسم کھانے سے انکار کے فورا بعد مقدمہ کا فیصلہ کرنا شرط ہے؟

جب امین (معتمد یا سیکریٹری) اس عورت یا مریض پر حلف پیش کرے اور وہ قسم کھانے سے انکار کر دے تو امین اس پر تین مرتبہ قسم پیش کرے' اگر وہ قسم کھانے سے انکار کر دے تو امین اس کو یہ ہدایت کرے کہ وہ اپنا وکیل بنالے جو اس کے فریق مخالف کے ساتھ عدالت میں حاضر ہو۔ عدالت میں دو گواہ بھی پیش ہوں جو عورت یا مریض کے وکیل کی موجودگی میں اس کے قسم کھانے سے انکار کی گواہی دیں۔ جب وہ دونوں گواہ مدعی اور وکیل کی موجودگی میں قاضی کے پاس اپنی گواہی دے دیں تو قاضی مدعا علیہ کے قسم کھانے سے انکار کی بنیاد پر مدعا علیہ کے خلاف فیصلہ صادر کر دے اور اس پر اپنا فیصلہ لازم کر دے۔

شمس الائمہ امام سرخسی فرماتے ہیں کہ یہ مصنف (متن) کی رائے ہے۔ ان کے نزدیک مدعا علیہ کے قسم کھانے سے انکار کی بنیاد پر قاضی کا فیصلہ اس امر سے مشروط نہیں ہے کہ انکار کے فورا بعد یہ فیصلہ ہونا چاہئے' مدعا علیہ کے قسم کھانے سے انکار کے بعد قاضی اگر کسی دوسرے

☆ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

کام میں مشغول ہو جائے اور فارغ ہونے کے بعد وہ اس انکار کی بنیاد پر فیصلہ کرنا چاہے تو اس کے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔ جب انکار کی بنیاد پر قاضی کا فیصلہ انکار کے بعد فورا مشروط نہیں تو یہ جائز ہے کہ امین عورت یا مریض پر حلف پیش کرے اور وہ قسم کھانے سے انکار کر دے' بعد ازاں دو گواہ اس کے انکار پر قاضی کی عدالت میں اپنی گواہی دیں تو قاضی اس انکار کی بنیاد پر اپنا فیصلہ صادر کر دے۔ یہ فیصلہ اگرچہ فورا انکار کے بعد نہیں ہوا مگر پھر بھی صحیح ہے۔

جہاں تک دیگر مشائخ کا تعلق ہے وہ انکار کے فورا بعد فیصلہ کرنے کی شرط لگاتے ہیں۔ ان کے نزدیک انکار کے بعد کچھ تاخیر ہو جائے تو قاضی فیصلہ نہیں کر سکتا' اب سوال یہ ہے کہ جو کارروائی امین اور گواہوں نے کی ہے اس کی بنیاد پر کس طرح فیصلہ کیا جائے؟ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ اگر مدعا علیہ قسم کھانے سے انکار کر دے تو اسی وقت امین اس کے خلاف فیصلہ کر دے۔ اس کے بعد دو گواہ مدعی کی موجودگی میں مدعا علیہ کے وکیل کے خلاف قاضی کی عدالت میں اپنی گواہی دیں اور قاضی امین کے فیصلہ کی توثیق کر دے۔ قاضی کی توثیق سے امین کے فیصلہ کی توثیق ہو جاتی ہے اور اس طرح ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ قاضی مدعی سے یہ دریافت کر لے کہ نکول کی بنیاد پر وہیں (موقع پر) فیصلہ کر دیا جائے تو کیا تمہیں منظور ہے؟ اگر وہ اس پر راضی ہو جائے تو قاضی دوسرے فریق کے پاس امین بھیج دے جو اسے بھی موقع پر فیصلہ کر دینے کی اطلاع دے۔ دوسرا فریق بھی اس کے لئے راضی ہو جائے تو امین موقع پر ہی فریقین کے درمیان اپنا فیصلہ صادر کر دے۔ فریقین کے درمیان اس کا یہ فیصلہ ایسا ہی ہو گا جس طرح نامزد قاضی کا فیصلہ۔

اگر امین نے فریقین کے درمیان فیصلہ کر دیا اور کوئی ایسی وجہ بھی نہیں کہ اس میں علماء کا اختلاف ہو تو یہ فیصلہ نافذ العمل ہوگا اور اگر کوئی وجہ ہو کہ جس میں علماء کا اختلاف ہے تو فیصلہ قاضی کی توثیق پر موقوف ہوگا۔ قاضی جب اس فیصلہ کی توثیق کر دے تو وہ نافذ العمل ہوگا' چونکہ قسم کھانے سے انکار کی صورت میں فیصلہ صادر کرنے کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے اس لئے اس کا نفاذ قاضی کی توثیق پر موقوف ہو گا۔ جب قاضی اس فیصلہ کی توثیق کر دے تو

فیصلہ فریقین پر نافذ العمل ہوگا۔

قاضی امین کو حلف لینے کی عبارت لکھ کر دے جو مدعا علیہ پر پیش کی جائے' مگر یہ اس صورت میں ہے کہ امین قاضی کی ہدایت کے مطابق عمل نہ کرے اگر وہ قاضی کی ہدایت کے مطابق عمل کرے تو پھر اسے لکھ کر دینے کی ضرورت نہیں۔

مدعا علیہ کا عدالت میں پیش نہ ہونا

۴۷۸۔ ایک شخص نے قاضی کے ہاں پیش ہو کر اپنے کسی حق کے بارے میں ایسے آدمی کے خلاف دعوی کیا جو اس کے ساتھ (عدالت میں) پیش نہیں ہوا اور اس نے یہ بیان کیا کہ مدعا علیہ نے میرے ساتھ عدالت میں پیش ہونے سے انکار کر دیا ہے تو قاضی مدعی کو مٹی کا برتن یا انگوٹھی دے اور اسے کہے کہ مدعا علیہ کو یہ انگوٹھی دکھاو اور اسے میرے پاس بلا کر لاو اور اس کے خلاف ثبوت پیش کرو۔ اس لئے کہ قاضی حق کو حقدار تک پہنچانے پر مامور ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ مدعی وہ انگوٹھی لے کر مدعا علیہ کے پاس چلا جائے اور اسے یہ دکھا کر کہے کہ یہ قاضی کی انگوٹھی ہے آپ فلاں دن میرے ساتھ قاضی کے ہاں پیش ہوں اگر مدعا علیہ کہے کہ میں پیش ہو جاوں گا اور وہ عدالت میں حاضر ہو جائے تو نبہا' اور اگر کہے کہ میں پیش نہیں ہوں گا اور اس امر کے بارے میں قاضی کی عدالت میں دو مستور گواہ گواہی دیں تو قاضی ان کے بارے میں جانچ پرکھ نہ کرے۔

شمس الائمہ امام حلوانی (م ۴۴۸ھ) فرماتے ہیں کہ یہ مصنف (متن) کی رائے ہے' امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ سے مروی ہے کہ جب تک ان مستور گواہوں کی تعدیل نہ ہو جائے قاضی ان کی شہادت قبول نہ کرے مگر مصنف کی رائے لوگوں کے لئے زیادہ مفید ہے اور اسی پر عمل ہے اس لئے کہ اگر قاضی ان مستور گواہوں کی تعدیل میں مشغول ہو جائے تو مدعا علیہ قاضی کی جانب سے سزا ملنے کے خوف سے کہیں چھپ جائے گا اس لئے مستور کے بارے میں اس حد تک اکتفاء کیا جائے' اس کی مزید تفصیل اس باب کے آخر میں اسی فصل میں آئے گی۔

جب مدعی مدعا علیہ کے عدالت میں پیش نہ ہونے پر قاضی کے ہاں گواہ پیش کر دے تو قاضی مدعا علیہ کو عدالت میں پیش کرنے کے معاملے میں حاکم (افسر علاقہ) کو لکھے' اس طرح لوگوں کو اپنے حقوق مل جائیں گے' چونکہ حاکم (افسر علاقہ) کو لوگوں کے حقوق دلوانے کے لئے متعین کیا گیا ہے اس لئے قاضی مدعا علیہ کو عدالت میں حاضر کرنے کے بارے میں حاکم (افسر علاقہ) کا تعاون حاصل کرے۔

مصنف (متن) نے یہ بیان نہیں کیا کہ اس شخص کے اخراجات کس کے ذمہ ہوں گے اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں اخراجات بیت المال سے ادا کئے جائیں گے۔ بعض کہتے ہیں مدعا علیہ (جو سرکش بنا ہوا ہے) کے ذمہ ہوں گے یہی صحیح ہے کیونکہ جب وہ سرکش ہو گیا تو اس پر اخراجات کی ذمہ داری کا سبب متحقق ہو گیا' جس طرح ایک چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے تو اس کے ہاتھ کی رگوں پر لگائے جانے والے تیل کی قیمت بھی اسی کے ذمہ ہوتی ہے' اسی طرح یہاں بھی یہی صورت ہے۔

جب مدعا علیہ قاضی کی عدالت میں حاضر ہو جائے تو قاضی مدعی کو ہدایت کرے کہ مدعا علیہ نے جو کچھ کیا ہے اس پر وہ دوبارہ اپنے گواہ پیش کرے۔ اگر گواہ مدعا علیہ کی موجودگی میں یہ گواہی دیں کہ اس نے انگوٹھی واپس کر دی تھی اور عدالت میں حاضر ہونے سے انکار کر دیا تھا' تو قاضی مدعا علیہ کو سزا دے۔ اس لئے کہ مدعا علیہ نے اپنے فعل سے عدالت کی توہین کی اس لئے وہ سزا کا مستحق ٹھہرا۔ قاضی اپنی صوابدید کے مطابق اسے کوئی تعزیری سزا دے اسے مار لگائے یا تھپڑ مارے یا قید کرے یا اس کی روسیاہی کرے۔

کیوں کہ اس بارے میں قاضیوں کا اختلاف ہے' اس لئے قاضی اپنی صوابدید کے مطابق اس کے ساتھ تعزیری کارروائی کرے یا تادیبی کارروائی کرے۔ اسی طرح جب مدعی نے مدعا علیہ کو قاضی کی انگوٹھی دکھا کر اس پر گواہ قائم کر لئے اور کہا کہ وہ قاضی کی عدالت میں فلاں وقت اس کو حاضر کرنے کے لئے آیا ہے۔ اس پر مدعا علیہ نے خاموشی اختیار کی اور یہ نہیں کہا کہ میں حاضر ہوں گا یا نہیں مگر جو وقت اس کو بتلایا گیا تھا اگر وہ اس وقت عدالت میں پیش نہیں ہوا تو یہ صورت بھی پہلی صورت کی مانند ہے' اس لئے کہ زبان سے اس نے اطاعت کر لی لیکن اپنے

فعل سے اطاعت نہیں کی اس لئے وہ مجرم ٹھہرا، پہلی صورت نسبتاً سنگین ہے، اور دوسری جرم کے لحاظ سے قدرے کم۔ دوسری صورت میں وہ کم سزا کا مستحق ہو گا۔

اگر قاضی کسی فریق کو حاضر کرنے کے لئے حاکم (افسر علاقہ) کو سمن بھیجے اور اپنی انگوٹھی نہ بھیجے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس سلسلے میں قاضی جو مناسب سمجھے کر سکتا ہے اس کے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔

عدالت میں طلبی کے لئے حاکم (افسر علاقہ) سے تعاون

ایک شخص قاضی کے پاس آکر کہتا ہے کہ فلاں شخص کے ذمہ میرا حق ہے اور وہ اپنے گھر میں مجھ سے چھپا ہوا ہے، میرے ساتھ عدالت میں پیش نہیں ہوتا، تو مدعا علیہ کو عدالت میں حاضر کرنے کے لئے قاضی حاکم (افسر علاقہ) کو لکھے، جس طرح ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

مدعا علیہ کے دروازے کو سربمہر کرنا

اگر حاکم (افسر علاقہ) نے قاضی کو یہ جواب دیا کہ میں مدعا علیہ کو حاضر کرنے کے معاملے میں ناکام ہو گیا ہوں اور مدعی نے قاضی سے مطالبہ کیا کہ مدعا علیہ کے گھر کا دروازہ سربمہر کر دیا جائے، تو قاضی مدعی سے کہے کہ آپ اس امر پر دو گواہ پیش کریں کہ مدعا علیہ اپنے گھر میں موجود ہے۔ اس لئے کہ قاضی مدعا علیہ کو چھپ جانے کی وجہ سے سزا دینا چاہتا ہے، اس کے گھر کے دروازے کو سربمہر کرنا بھی سزا ہے، کیونکہ قاضی اس کے گھر کو جیل بنا رہا ہے اور وہ اس میں قیدی ہو گا۔ اس لئے قاضی کے لئے کسی دلیل و حجت کے بغیر کوئی کارروائی کرنا ممکن نہیں ہو گا۔

جب دو گواہ یہ گواہی دے دیں کہ مدعا علیہ اپنے گھر میں موجود ہے تو قاضی ان سے دریافت کرے کہ تمھیں یہ کیسے معلوم ہوا؟ کیونکہ یہ گواہی سزا دینے پر دی جا رہی ہے، یعنی مدعا علیہ کے گھر کے دروازے کو سربمہر کرنا ہے، اس لئے قاضی اس سلسلے میں احتیاط سے پوچھ گچھ کرے۔ اگر دونوں گواہ کہیں کہ ہم نے مدعا علیہ کو اپنے گھر میں آج یا کل یا تین دن پہلے دیکھا تھا تو قاضی ان کی گواہی کو قبول کر لے اور مدعا علیہ کے گھر کے دروازے کو سربمہر کرنے کا حکم صادر کر دے۔

☆توہین آمیز خاکوں کی اشاعت قابل مذمت ہے☆

گواہوں کا مدعا علیہ کو دیکھے ہوئے کچھ عرصہ گزر گیا ہو تو قاضی ان کی گواہی قبول نہ کرے اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ مدعی کے دعویٰ کرنے سے پیشتر مدعا علیہ کہیں سفر پر چلا گیا ہو۔ اور اگر گواہوں کا مدعا علیہ کو دیکھے ہوئے تھوڑا عرصہ گزرا ہو تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مدعا علیہ کو مدعی کے دعویٰ کرنے کی خبر پہنچ چکی تھی' اس لئے وہ کہیں چھپ گیا' لہٰذا قاضی مدعا علیہ کے گھر کے دروازے کو سربمہر کرنے کا حکم دے دے۔

مصنف (متن) نے تین یوم سے زائد عرصہ کو زائد المیعاد قرار دیا ہے۔ شمس الائمہ امام حلوانی (م ۴۴۸ھ) کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ یہ قاضی کی رائے پر منحصر ہے۔ جب بموجب اندر میعاد (رویت گواہاں) مدعا علیہ کے دروازے کو قاضی نے سربمہر کر دیا تو وہ چھت کی جانب والے دروازے پر بھی میخیں گاڑ دے۔ اس لئے کہ مدعا علیہ کے عدالت میں پیش نہ ہونے کی صورت میں بھی قاضی اس کو جیل میں ڈال دیتا۔ اب چونکہ مدعا علیہ حاضر نہیں ہوا اس لئے قاضی نے اس کے گھر کو جیل خانہ بنا دیا' مگر یہ گھر جیل خانہ اس وقت بن سکتا ہے جب مدعا علیہ کے دونوں دروازوں پر میخیں گاڑ دی جائیں۔

گواہوں کی رویت زائد المیعاد ہونے کی صورت میں قاضی گواہوں کی شہادت قبول نہ کرے اور نہ ہی مدعا علیہ کے دروازے پر میخیں گاڑے۔ البتہ اگر مدعی اپنی باری نہ آنے کی بناء پر قاضی کے ہاں پیش نہیں ہو سکا اور اس نے اپنی باری آنے پر اپنے گواہ پیش کر دیئے تو قاضی ان کی گواہی قبول کر کے مدعا علیہ کے دروازے پر میخیں گاڑ دے۔

گھر میں محبوس شخص کی جانب سے وکیل کا تقرر

اگر گواہوں نے مدعا علیہ کے بارے میں گواہی دی کہ وہ اپنے گھر میں موجود ہے چنانچہ قاضی نے اس کے گھر کو سربمہر کر دیا اب جب کہ مدعا علیہ اپنے گھر میں ہے اور اس کا دروازہ سربمہر ہے مدعی قاضی سے کہتا ہے کہ چونکہ مدعا علیہ عدالت میں حاضر نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنے گھر میں مقید ہے' آپ کل صبح کے وقت اس کے پاس جا کر اس کی طرف سے وکیل مقرر کریں اور میرے گواہوں کی سماعت کریں۔

مصنف (متن) کے بقول امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قاضی مدعا علیہ کے گھر میں ایک قاصد بھیجے جس کے ساتھ دو گواہ ہوں۔ یہ قاصد اس کے دروازے پر دو گواہوں کی موجودگی میں تین مرتبہ یہ آواز دے: اے فلاں ولد فلاں قاضی فلاں ولد فلاں تم سے کہتے ہیں کہ تم اپنے فلاں ولد فلاں فریق مخالف کے ساتھ عدالت میں پیش ہو جاو ورنہ میں تمہاری جانب سے وکیل مقرر کر دوں گا اور تمہارے خلاف مدعی کے گواہوں کی گواہی قبول کر لوں گا۔

قاضی اس طرح تین دن اپنا قاصد بھیجتا رہے جو ہر روز تین مرتبہ گواہوں کی موجودگی میں اس طرح پکار کر کہتا رہے ۔ اس لئے کہ قاضی حق کو حق دار تک پہچانے پر مامور ہے اور اس کے بغیر وہ حق نہیں دلا سکتا' اس کے باوجود مدعا علیہ اپنے گھر سے نہ نکلے تو قاضی اس کی جانب سے وکیل مقرر کر دے اور مدعی کے گواہوں کی سماعت کر لے اور مدعا علیہ کے وکیل کی موجودگی میں فیصلہ کر دے ۔

امام ابو یوسف نے تین دن کی مدت اس لئے مقرر کی ہے کہ کسی عذر کو آزمانے کے لئے یہی بہتر ہے۔ مصنف (متن) فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف(م ۱۸۲ھ) کے علاوہ ایک فقیہ یہ کہتے ہیں کہ جب تک مدعا علیہ خود حاضر نہ ہو قاضی اس کی طرف سے وکیل مقرر کرے نہ اس کے خلاف فیصلہ کرے، مگر مصنف نے یہ بیان نہیں کیا کہ اس دوسرے فقیہ سے کون مراد ہیں؟ اس بارے میں مشائخ کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اس سے مصنف کی مراد امام محمد رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۸۹ھ) ہیں۔ مگر اکثر مشائخ کہتے ہیں کہ اس سے ان کی مراد امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ ہیں کیونکہ کتاب النوادر میں امام محمد کی روایت امام ابو یوسف کے قول کے مطابق بیان کی گئی ہے اس لئے مصنف کی اس سے مراد امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے۔

قاضی ابو علی النسفی فرماتے ہیں کہ میں نے النوادر کے بعض نسخوں میں امام ابو حنیفہ کی رائے امام ابو یوسف کے قول کے مطابق دیکھی ہے اس طرح تینوں آئمہ کرام کا اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ قاضی مدعا علیہ کی جانب سے وکیل مقرر کر دے اور اس کے اس وکیل کی موجودگی میں فیصلہ کر دے۔

امام ابو یوسف کتاب ادب القاضی میں فرماتے ہیں (اس سے مراد وہ ادب القاضی ہے

جس کا امام ابو یوسف نے کتاب الامالی میں ذکر کیا ہے) اگر کوئی شخص مکتوب قاضی بنام قاضی دیگر لائے جو کسی آدمی کے خلاف ایک حق کے بارے میں ہو، مگر عدالت میں مدعی کے ساتھ مدعا علیہ پیش نہیں ہوا اور مدعی اس کے خلاف دو گواہ پیش کرے تو اس مسئلہ کو اس مسئلہ پر قیاس کیا جائے جس کا حکم ہم بیان کر چکے ہیں۔ اس لئے کہ مکتوب قاضی بنام قاضی (دیگر) کی حیثیت شھادۃ علی الشھادہ کی ہے، اگر مدعا علیہ عدالت میں حاضر ہونے سے انکار کر دے جہاں وہ پیش ہو کر اپنے فریق مخالف کو جواب دے اور گواہوں کے بیان سنے تو اس صورت میں امام ابو یوسف کے نزدیک قاضی مدعا علیہ کے پاس ایک امین تین روز تک بھیجے جو مدعا علیہ کے دروازے پر ہر روز تین مرتبہ پکارتا رہے، وہ حاضر ہو جائے تو فبہا ورنہ قاضی اس کی جانب سے وکیل مقرر کرے اور اس کے وکیل کی موجودگی میں فیصلہ کر دے، اسی طرح یہاں بھی یہی صورت ہے۔

اس شخص کو سمن جاری کرنا جو شہر سے باہر ہو

اگر ایک شخص قاضی کے پاس آکر اپنے کسی حق کے بارے میں ایسے شخص کے خلاف دعوی کرے جو شہر سے باہر ہو اور وہ قاضی سے اس شخص کو عدالت میں حاضر کرنے اور اس کے لئے حاکم (افسر علاقہ) کو خط لکھنے کا مطالبہ کرے، تو اگر اس شہر اور مدعا علیہ کی رہائش گاہ کے درمیان اتنا فاصلہ ہے کہ ایک آدمی عدالت میں آکر شام کو واپس اپنے گھر جا سکتا ہے تو قاضی مدعا علیہ کو عدالت میں پیش ہونے کا حکم دے، اگر فاصلہ اس سے زائد ہو تو قاضی اسے اس وقت تک سمن جاری نہ کرے جب تک مدعی اِس بات پر دو گواہ نہ پیش کرے کہ اس کا مدعا علیہ کے ذمہ حق بنتا ہے اور یہ کہ قاضی کو اس حق کی وجہ سے مدعا علیہ کو عدالت میں حاضر کرنے کا اختیار ہے۔

قاضی والی (حاکم) کو اس لئے لکھے گا کہ اس کے پاس ایسا آدمی نہیں کہ جس کے پاس کوئی سواری ہو کہ جس کے ذریعہ وہ شہر سے باہر مدعا علیہ کے پاس جا سکے قاضی اس لئے حاکم کو لکھے گا۔ مصنف (متن) نے اس طریق کار کو اپنایا ہے، مگر آج کل قاضی صاحبان اس کے برعکس عمل کرتے ہیں، یعنی وہ اپنے آدمیوں کے ذریعہ مدعا علیہ کو عدالت میں پیش کراتے ہیں (اس فاصلہ کے مطابق کہ جس حد تک قاضی کو سمن جاری کرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے) انہوں نے یہ پسند

کیا ہے کہ اگر مدعا علیہ شہر میں ہو تو قاضی اس کو عدالت میں حاضر کرنے کے لئے اپنی انگوٹھی بھیجے اور اگر وہ شہر سے باہر کہیں دور ہو تو پھر وہ ایک شخص کو اس کے پاس بھیجے جو اس کو عدالت میں پیش کرے، مگر قاضی صاحبان اس کے برعکس عمل کرتے ہیں یعنی وہ مدعا علیہ کے شہر میں ہونے کی صورت میں اس کے پاس اپنا آدمی بھیجتے ہیں اور شہر سے باہر ہو تو اس کے پاس کوئی علامت بھیجتے ہیں۔ علامت کے سلسلے میں بھی علماء کا اختلاف ہے اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

اسماعیل بن حماد (۱۵) نے کہا ہے:

اربعة شهود لا اسال عنهم يعنى عن عدالتهم، شاهدا رد الطينة و شاهد تعديل العلانية و شاهدا الغربة، ليدعو به القاضى على غير قرعة، والرجل يتعدى على الرجل و يريد اشخاصه الى المصر،

(میں ان چار قسم کے گواہوں کی عدالت کے بارے میں جانچ پڑتال نہیں کرتا: قاضی کی علامت کو ٹھکرانے پر گواہی دینے والے گواہ، علانیہ تعدیل کرنے والے گواہ، کسی کے سفر درپیش ہونے کے گواہ، تاکہ سفر کرنے والے مدعا علیہ کو قاضی قرعہ اندازی کے بغیر بلا لے اور وہ شخص جو کسی کے خلاف سمن جاری کرائے اور وہ اسے شہر میں لانا چاہتا ہو)

یعنی قاضی ایسے شخص کو شہر سے باہر ایک دوسرے شخص کے پاس بھیجے جو اسے شہر میں لائے اور وہ اپنے اس حق کے بارے میں اس کے خلاف دو گواہ پیش کرے جس کا وہ دعوی دار ہے۔

شمس الائمہ امام حلوانی فرماتے ہیں: یہ اسماعیل بن حماد امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے پوتے ہیں جو امام ابو یوسف کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے اور ان سے فقہ پڑھتے تھے۔ بعد میں ان سے اختلاف کرنے لگے، وہ اگر اپنی عمر کی اس حد کو پہنچ جاتے کہ بوڑھے ہو جاتے تو اپنے بہترین حافظے اور قابلیت کی وجہ سے لوگوں میں ان کا ایک اہم مقام ہوتا مگر وہ جوانی ہی میں فوت ہو گئے، مصنف نے یہاں ان کا یہ قول بیان کیا ہے کہ میں فلاں چار قسم کے گواہوں کے بارے میں جانچ پڑتال نہیں کرتا۔

قاضی کی علامت کو رد کرنے پر گواہوں کا جہاں تک تعلق ہے تو مصنف کی رائے اسماعیل بن حماد کی رائے کے موافق ہے۔ اس بارے میں پیشتر ازیں بیان ہو چکا ہے۔ علانیہ تعدیل کرنے والے گواہوں کا جہاں تک تعلق ہے تو یہ ان کے زمانہ میں ہوتا تھا' قاضی گواہوں کی خفیہ جانچ پڑتال کرنے کے بعد ان کی علانیہ جانچ پڑتال بھی کرتا تھا' یہ علانیہ جانچ پڑتال ان آدمیوں کے ذریعہ ہوتی تھی جو خفیہ جانچ پڑتال کرنے والوں کے علاوہ ہوتے تھے۔ علانیہ تزکیہ کرنے والے گواہوں میں عدالت شرط نہیں اس لئے کہ قاضی صرف خفیہ تزکیہ پر اکتفاء کرلے تو یہی کافی ہے دوسرا علانیہ تزکیہ تو زیادہ احتیاط کی بناء پر ہے۔ اس میں مستور گواہ بھی کافی ہے۔

تیسری صورت کہ مدعا علیہ کے سفر درپیش ہونے گواہوں کا جہاں تک تعلق ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ سفر کرنے کی وجہ سے اس کو اولیت دی جا رہی ہے' ایسا صرف اس کے مفاد کی خاطر کیا جاتا ہے کہ وہ کہیں اپنے قافلہ سے جدا نہ ہو جائے اور اس کے گواہوں کی تعدیل میں مشغول ہونے سے اس کو فائدہ پہنچانے کا مقصد فوت ہو جائے گا اس لئے تعدیل بے سود ہے۔

چوتھی صورت میں اگر قاضی گواہوں کی جانچ پڑتال کرنے میں مصروف ہو جائے تو فریق مخالف یعنی مدعا علیہ فرار ہو جائے گا۔

محمد بن سماعہ (۱۶) فرماتے ہیں:

اما انا فاسال عن شاهدی ردالطينة و عن شاهدی الاشخاض' لان فيهما الزام شئی علی الغير ' وفی مافيه الزام شئی علی الغير لا بد من العدالة'

(میں قاضی کی علامت کو رد کرنے پر گواہی دینے والوں اور مدعا علیہ کو عدالت میں حاضر کرنے والے گواہوں کی جانچ پڑتال کرتا ہوں' اس لئے کہ ان دونوں صورتوں میں کسی چیز کو دوسرے شخص پر لازم کرنا ہوتا ہے اور جس معاملے میں کسی چیز کو دوسرے شخص پر لازم کرنا ہو اس میں تعدیل ضروری ہے)

ہمارے نزدیک مسافر کو اولیت دینے اور علانیہ تزکیہ کرنے کی صورت میں "دوسرے پر کسی چیز کو لازم کرنا" نہیں ہے جہاں تک محمد بن سماعہ کی رائے کا تعلق ہے تو قاضی کی علامت کو رد کرنے کے معاملے میں ان کی رائے شمس الائمہ امام حلوانی کی رائے کی موافق ہے۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ سنن ابن ماجہ ۲: ۱۳۰۳(۳۹۵۰)' سنن ابی داود ۴:۹۸(۴۲۵۳)' سنن الدارمی ۱: ۳۲(۵۵)' سنن الترمذی ۳: ۳۱۵(۲۲۵۵)' مسند امام احمد ۶: ۳۹۶' المقاصد الحسنۃ : ۴۶۰'(۱۲۸۸)' المعجم الصغیر ۱: ۸۔

۲۔ اس کتاب کے بارے میں دیکھئے : کشف الظنون ۱: ۳۶' الفہرست لابن ندیم : ص ۳۰۰'

۳۔ قاضی بشر بن الولید بن خالد الکندی امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں اور انھوں نے ان سے ان کی کتب اور املاء شدہ تحریریں روایت کی ہیں' خلیفہ مامون اور معتصم کے زمانہ میں بغداد کے قاضی رہے' امام مالک بن انس سے حدیث کی سماعت کی اور امام ابو یوسف سے فقہ پڑھی۔ ان سے بغوی' ابو نعیم' ابو یعلیٰ اور حامد بن شعیب نے روایت کیا ہے' اچھے مسلک کے علم بردار تھے اور مناسب راہ پر گامزن تھے' متدین عالم اور عدالتی فیصلے کے معاملے میں بڑے سخت تھے' کثرت سے نمازیں پڑھتے اور عبادت گزار تھے' خلق قرآن کے مسئلہ میں قید کئے گئے تھے' پھر رہا کر دیئے گئے' جب کبر سنی کو پہنچے تو صرف قرآن کریم پر انحصار کرنا شروع کر دیا' محدثین نے ان سے روایت کرنا چھوڑ دیا' بغداد میں ۲۳۸ھ میں فوت ہوئے' ان کی سوانح حیات کے لئے مزید دیکھئے: تاریخ بغداد ۷: ۸۰۔۸۴(۳۵۱۸)' اخبار القضاۃ ۳: ۲۷۲۔۲۷۳' ۲۸۲' ۳۲۹' الجواہر المضیۃ ۱: ۱۶۶۔۱۶۷(۳۷۳)' الفہرست ۳۰۰۔۱۔۳' طبقات ابن سعد ۷: ۲: ۹۳' الفوائد البھیۃ : ۵۴۔۵۵' العبر ۱: ۴۲۷' تھذیب التھذیب ۱: ۴۶۲(۸۵۰)۔

۴۔ سیرۃ ابن ہشام ۱: ۳۸۹۔۳۹۰' نور الیقین فی سیرۃ سید المرسلین (مخطوطہ) ص ۳۰۔۳۱'(۱۶:۱۹۶۰)' مکتبۃ التجارۃ الکبریٰ)

۵۔ سیرۃ عمر بن الخطاب لابن الجوزی: ص ۱۳۲

۶۔ السیر الکبیر امام محمد بن حسن شیبانی کی تالیف ہے جو امام سرخسی کی شرح کے ساتھ طبع ہو چکی ہے۔

۷۔ تلخیص الحبیر ۴: ۳۶۔۳۷(۱۷۱۶)' سیرۃ عمر لابن الجوزی : ۹۵' کتاب الام ۶: ۱۶۸' مختصر المزنی ۵: ۱۷۵' السنن الکبریٰ ۸: ۱۰۷' ۱۱۶'

۸۔ ابو واقد اللیثی کے نام کے بارے میں اختلاف ہے' بعض کے نزدیک ان کا نام الحارث بن عوف' بعض کے نزدیک عوف بن الحارث اور بعض کے نزدیک الحارث بن مالک ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے اور بعض کے نزدیک شریک نہیں ہوئے تھے' فتح مکہ میں بطور مسلمان شریک ہوئے تھے' ان کا شمار اھل مدینہ سے ہے' شام میں جنگ یرموک میں شریک ہوئے تھے' ایک سال مکہ مکرمہ میں قیام پذیر رہے اور وہیں ان کا انتقال ہوا' مہاجرین کے مقبرہ بمقام فخ میں ۶۸ھ میں دفن ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر ۷۵ سال تھی اور بعض کے نزدیک ۸۵ سال تھی' ان سے ابن مسیب 'عروہ بن زبیر' عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ اور عطاء بن یسار وغیرہ نے روایت کیا ہے' مزید سوانح حیات کے لئے دیکھئے: اسد الغابۃ ۶: ۳۲۵۔۳۲۶(۶۳۲۷)' الاصابۃ ۴: ۲۱۲(۱۲۱۱)' الاستیعاب ۴: ۲۱۱۔۲۱۲' طبقات ابن سعد ۲: ۲: ۱۳۴' ۵: ۱۲۹' ۱۳۰' اسعاف المبطا برجال الموطا (فی آخر تنویر الحوالک) ۲:

۳۲، طبقات خلیفہ بن خیاط: ۲۹، تاریخ خلیفہ بن خیاط: ۲۶۱، تقریب التہذیب ۱: ۳۶۲(۳۹)،

۹- موطا امام مالک مع تنویر الحوالک ۲: ۱۴۸، شرح زرقانی ۵: ۹۳، کنز المواریث ۲: ۵۰(۵۷۱۱)، نصب الرایۃ ۴: ۷۹، الدرایۃ ۲: ۱۷۱(۸۲۵)

۱۰- ابو واقد اللیثی والی سابقہ حدیث مراد ہے۔

۱۱- سعید بن اشوع الہمدانی ہشام بن عبدالمالک کے زمانہ میں کوفہ کے قاضی تھے، جب خالد بن عبداللہ القسری نے حسین بن الحسن کو منصب قضاء سے معزول کر دیا تھا تو ان کی بجائے ان کو کوفہ کا قاضی بنایا گیا، ان کا تعلق ان حضرات سے ہے جن سے حدیث اور فقہ کی روایت کی گئی ہے، محارب بن دثار نے ان کو معزول کر کے دوبارہ منصب قضاء ان کے سپرد کر دیا اور تاحیات یہ قاضی رہے، مزید دیکھئے: تاریخ خلیفہ بن خیاط ۲: ۳۷۸، اخبار القضاۃ ۳: ۱۰-۲۱،

۱۲- اخبار القضاۃ ۳: ۱۷-۱۸،

۱۳- اخبار القضاۃ ۳: ۱۲۴

۱۴- النوادر: ۶۱، الفتح: ۱۷

۱۵- اسماعیل بن حماد بن امام اعظم ابو حنیفہ کا شمار آئمہ میں ہوتا ہے، طبقات پر ان کی چند تصانیف ہیں، انھوں نے اپنے والد گرامی، امام حسن بن زیاد اور امام ابو یوسف سے فقہ پڑھی، انھوں نے اپنے دادا کو نہیں دیکھا تھا، ان سے ابو سعید البردعی نے فقہ پڑھی تھی، بغداد کے مشرقی حصہ، بصرہ اور رقہ کے قاضی رہے، فن قضاء میں خاصی بصیرت رکھتے تھے اور احکام، وقائع اور نوازل میں ماہر تھے، یہ ایک عابد، زاہد اور پرہیزگار انسان تھے، ان کی تصانیف میں الجامع فی الفقہ، الرد علی الفقہ اور کتاب الارجاع شامل ہیں، ۲۱۲ھ میں عالم شباب میں فوت ہو گئے، ان کی سوانح حیات کے لئے مزید دیکھئے: الجواہر المضیۃ ۱: ۱۴۸-۱۴۹(۳۲۹)، تاریخ بغداد ۶: ۲۴۳-۲۴۵(۳۲۸۰)، اخبار القضاۃ ۲: ۱۶۷-۱۷۰، ۳: ۱۹۰، ۲۶۸، ۲۸۲، ۳۲۳، ۳۲۶، تاج التراجم ۱۷-۱۸(۴۶)، طبقات الفقہاء للشیرازی: ۱۱۵، وفیات الاعیان ۵: ۳۹-۴۷(۷۳۶)، الفوائد البھیۃ: ۴۶، خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ۱: ۸۶ (۴۹۶)، العبر ۱: ۳۶۱-۳۶۲، لسان المیزان ۱: ۳۹۸(۱۲۵۷)، مفتاح السعادۃ ۲: ۱۲۱، کشف الظنون: ۵۷۵، ۸۳۹، ۱۳۸۸، اخبار قضاۃ بغداد: ۲۵(۱۲)، معجم المولفین ۲: ۲۶۸، الوافی بالوفیات ۹: ۱۱۰-۱۱۱(۲۷۴۰)، طبقات الفقہاء: ۲۵، دائرۃ المعارف فرید وجدی ۱: ۳۴۴، طبقات اصحاب الحنفیۃ: ۸ آ، رسالۃ فی بیان السلف (مخطوطہ): ۳ ب، جامع مسانید الامام الاعظم ۲: ۴۰۹،

۱۶- ابو عبداللہ محمد بن سماعہ بن عبید بن ہلال بن وکیع بن بشر التمیمی نے لیث بن سعد امام ابو یوسف اور امام محمد بن حسن سے حدیث پڑھی، انھوں نے "کتاب النوادر علی ابی یوسف و محمد" لکھی تھی، "کتاب الامالی" کے راوی ہیں، ان کی ایک تصنیف (مسلک حنفی میں) کتاب "ادب القاضی" ہے ۱۹۲ھ میں خلیفہ مامون کی طرف سے (یوسف بن ابی یوسف کے فوت ہو جانے کے بعد) بغداد کے قاضی بنائے گئے تھے، جب ان کی نگاہ کمزور ہو گئی تو ان کے فرائض اسماعیل بن ابی حنیفہ کے ساتھ منسلک کر دیئے گئے، بعد میں انھوں نے منصب قضا کو خیرباد کہہ دیا اور ۲۳۳ھ میں فوت ہو گئے، ان کی عمر ۱۰۳ سال تھی، سن پیدائش ۱۳۰ھ ہے، مزید سوانح حیات کے لئے دیکھئے: تاریخ بغداد ۵: ۳۴۱-۳۴۲(۲۸۵۹)، الفہرست لابن ندیم ۳۰۳، اخبار القضاۃ ۳: ۲۸۲، ۲۸۹، ۳۴۶، تاج التراجم: ۵۴-۵۵، الجواہر المضیۃ ۲: ۵۸

امام محمد بن ادریس شافعی فرماتے ہیں: فقہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان امام محمد بن حسن کا ہے

۔ ۵۹(۱۸۹)' طبقات ابن سعد ۵: ۳۲۱' الفوائد البھیۃ: ۱۷۰۔۱۷۱' العبر ۱: ۳۱۴' خلاصۃ تذھیب الکمال ۲: ۳۱۰(۶۳۷۷)' النجوم الزاھرۃ ۲: ۱۷۱' الوافی بالوفیات ۳: ۱۳۹۔۱۴۰ (۱۰۸۳)' مفتاح السعادۃ ۲: ۱۲۳' کشف الظنون ۱۱: ۳۶' ایضاح المکنون ۱۱۵' ھدیۃ العارفین ۲: ۱۲' معجم المولفین ۱۰: ۵۷' الاعلام ۷: ۲۴' تھذیب التھذیب ۹: ۳۰۴(۳۱۸)' اخبار قضاۃ بغداد (ابراھیم دردبی) مخطوطۃ: ۲۸ (۲۱)' طبقات الفقھاء : ۲۷' طبقات ابن الحنائی (مخطوطہ):۸ ب'

۱۷۔ سیرت عمر بن الخطاب : ۱۳۳۔ ۱۳۴۔

پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز صاحب کی درج ذیل کتب و رسائل

ہمارے ہاں دستیاب ہیں۔

۱.تاریخ نفاذ حدود ۲.کاغذی کرنسی کی شرعی حیثیت ☆ چند جدید معاملات کی شرعی حیثیت

۳.کریڈٹ کارڈ (تاریخ،تعارف،شرعی حیثیت) ۴.کلوننگ (تعارف، امکانات، خدشات،شرعی نقطہ نظر) ۵. امام وخطیب کی شرعی ومعاشرتی حیثیت

۶.مختصر نصاب سیرت ۷.مختصر نصاب فقہ ۸۔مختصر نصاب قرآن

۹۔مختصر نصاب حدیث ۱۰.انڈیکس شرح صحیح مسلم ۱۱.روزہ رکھیئے مگر!

۱۲۔قربانی کیسے کریں ۱۳۔آسان ومختصر دعائیں ۱۴۔لوگ کیا کہیں گے؟

۱۵۔کڑوی روٹی ۱۶۔منتخب مباحث علوم القرآن ۱۷ پندرھویں صدی کا مجدد کون؟

۱۸۔شیئرز کے کاروبار کی شرعی حیثیت ۱۹۔رطب ویابس (مجموعہ مضامین)

۲۰۔بینکوں کے ذریعہ زکوۃ کی کٹوتی کی شرعی حیثیت ۲۱ مفتی کون؟ فتوی کس سے لیں؟

مکتبہ فیض القرآن قاسم سنٹر اردو بازار کراچی ...... فون 2217776

☆☆☆☆ توہین آمیز خاکوں کی اشاعت قابل مذمت ہے ☆☆☆☆